

سبحان الذی اسری بعبدہ لیلا

تضمینِ

قصیدہ جناب مولینا المحدث المفسر ہادی الانام سراج الاسلام مولانا الاجل عالم اہل سنت اعلیحضرت
مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی قدس سرہ

نام تاریخی

معراجِ حضور

۱۳۲۸ھ

تصنیفِ لطیف

افتخار شعرائے زمن جناب مولوی محمد حسن صاحب آثر قادری برکاتی نوری بدایونی

حسبِ فرمایش

جناب حکیم واصف حسین شاہ صاحب قادری اکبرآبادی

باہتمام منشی محمد صبغۃ اللہ برق
در مطبع نامی واقع کانپور طبع گردید

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کہین مبارک کہین سلامت کہین مسرت کے غلغلے تھے صلوٰۃ کے گیت نعت کی گت ثنا کے باجے بجا رہے تھے
کہ رفعنا کی بجا کے نوبت ملک سلامی اُتارتے تھے وہ سرورِ کشورِ رسالت جو عرش پر جلوہ گر ہوے تھے

نئے نرالے طرب کے ساماں، عرب کے مہمان کے لیے تھے

مبارک اے باغباں مبارک خدا کرے جاوداں مبارک بہارِ گُل کا سماں مبارک عنادلِ نغمہ خواں مبارک
زمین سے تا آسماں مبارک یہاں مبارک وہاں مبارک بہار ہے شادیاں مبارک چمن کو آبادیاں مبارک

مَلک فلک اپنی اپنی لَے مین، یہ گھر عنادل کا بُولتے تھے

کہین فرشتون کی انجمن مین مبارکی گا رہی تھین حورین کہین وہ نور اور وہ ضیائین جہان فرشتے بچھائین آنکھین
دکھا رہی تھین نرالی شانین اُس ایک نوشہ کی دُور ائین وہان فلک پر یہان زمین مین رچی تھی شادی مچی تھین دھومین

اُدھر سے انوار ہنستے آتے، اِدھر سے نفحات اُٹھ رہے تھے

کچھ ایسی اس شب مین تھی تجلی کہ جا بجا نور کی جھلک تھی وہ ہر جگہ عالمِ صفائی ہوئی تھی عالم کی شیشہ بندی
ضیاے ماہِ عرب جو چمکی تو روشنی دُور دُور پھیلی یہ چھوٹ پڑتی تھی اُنکے رُخ کی کہ عرش تک چاندنی تھی چھٹکی

وہ رات کیا جگمگا رہی تھی، جگہ جگہ نصب آئنے تھے

تجلیون کا وہ رُخ پہ سہرا
نظر سے گذرا عجب تماشا
بدن مین وہ نور کا سہانا
کہ رنگ پایا یہان نرالا
سجا سجایا بنا بنایا
نئی دلھن کی پھبن مین کعبہ
خدا کے گھر مین وہ شاہ آیا
نکھر کے سنورا سنور کے نکھرا

حجر کے صدقے کمر کے اِک تل مین رنگ لاکھون بناؤ کے تھے

دلھن پہ یہ شوق کے تقاضے
لقا کی حسرت مین آنکھ کھوئے
کہ چل کے نوشاہ کے قدم لے
چھپائے گھونگٹ مین منھ ادا سے
مگر لحاظ و ادب نے بڑھکے
نظر مین دولھا کے پیارے جلوے
وہ ولولے دل کے دل مین دبکے
حیا سے محراب سر جھکائے

سیاہ پردے کے منھ پہ آنچل تجلّی ذاتِ بحت سے تھے

خدا نے داغِ الم مٹائے
چمن مسرت کے لہلہائے
بہارِ شادی کے دن دکھائے
عنادلِ شوق چہچہائے
نسیمِ عشرت نے گل کھلائے
خوشی کے بادل امنڈ کے آئے
طرب کی خوشبو سے دل بسائے
دلون کے طاؤس رنگ لائے

وہ نغمۂ نعت کا سماں تھا، حرم کو خود وجد کے مزے تھے

حرم کا وہ حسن اور زیور
وہ عالمِ کیف تھا سراسر
وہ نعت شایانِ شانِ سرور
کہ ہوش سے سب ہوئے تھے باہر
وہ حالتِ وجد بام و در پر
یہ جھوما میزابِ زر کا جھومر
کہ جھومتا تھا حرم مین سب گھر
کہ آ رہا کان پر ڈھلک کر

پھوہار برسی تو جھڑ کے گوہر حطیم کی گود مین بھرے تھے

بہارِ جنت سے گندھ کے آئے
دکھائے خود رفتگی نے جلوے
دلھن کی خاطر وہ ہار گجرے
سرور آئے نئے نرالے
کہ خنکی مستی فزا مہک نے
دلھن کے خوشبو سے مست کپڑے
اڑا دیے تھے دماغ سب کے
نسیمِ گستاخ آنچلون سے

غلافِ مشکین جو اڑ رہا تھا، غزال نافے بسا رہے تھے

چمکتے تارون کا عکسِ زیبا
کنارون پر جو اُگا تھا سبزا
ہوا کچھ اسطرح زینت افزا
وہ سبز مخمل کا حاشیہ تھا
لگا دیا جا بجا ستارا
نہا کے نہرون نے وہ چمکتا
کہین رُوپہلا کہین سنہرا
لباس آبِ رواں کا پہنا

کہ موجین چھڑیان تھین دھار لچکا حبابِ تابان کے تھل ٹکے تھے

وفورِ سبزہ سے لہلہاتین
وہ طرزِ شایستہ و خوش آئین
اکڑ کے جوبن کی دھج دکھاتین
وہ نیچا دامن وسیع و رنگین
گلونکی سبزے مین وہ الیان تھین
پہاڑیون کا وہ حسنِ تزئین
کہ سبز پوشاک عطر آگین
وہ اونچی چوٹی وہ ناز و تمکین

صبا سے سبزے مین لہرین آتین، دوپٹے دھانی چنے ہوئے تھے

تجلیِ نورِ حق کا جلوا
بساط تھی ماہتاب کی کیا
رچا ہوا تھا یہان سراپا
جو بزمِ عالی مین بار پاتا
چمک سے پُر نور گوشہ گوشہ
پرانا پر داغ ملگجا تھا
بنا تھا خورشید ذرہ ذرہ
اٹھا دیا فرشِ چاندنی کا

ہجومِ تارِ نگہ سے کوسون، قدم قدم فرش بادلے تھے

کہان سے ایدل نصیب لاؤن
کثافتِ رنج و غم چھٹاؤن
جو تجھکو وہ بارگہ دکھاؤن
کدورتین سب تری مٹاؤن
فراق مین پھر نہ تنگ آؤن
غبار بن کر نثار جاؤن
نہ جوشِ وحشت مین خاک اڑاؤن
کہان اب اس رہگذر کو پاؤن

ہمارے دل حوریونکی آنکھین، فرشتونکے پر جہان بچھے تھے

نہ اب نظر مین وہ جانِ عالم
رہین گے کیونکر ترے غم و ہم
نہ قدسیون کی وہ بزمِ اعظم
کہ اب کہان وہ بہارِ خرم
نہ وہ طلب کے پیام پیہم
خدا ہی دے صبر جانِ پُر غم
نہ وہ تقاضائے وصل ہر دم
دکھاؤن کیونکر تجھے وہ عالم

جب انکو جھرمٹ مین لیکے قدسی، جنان کا دولھا بنا رہے تھے

درِ کرم تھا بڑے غنی کا
لیے ہوئے ایک ایک کاسا
وہانکی بخشش کا پوچھنا کیا
وہ شیئاً للہ کا شور و غوغا
ہر ایک نور و ضیا کا منگتا
اتار کر انکے رخ کا صدقا
انھین کے گھر کا ملا پڑا تھا
وہ نور کا بٹ رہا تھا باڑا

کہ چاند سورج مچل مچل کر، جبین کی خیرات مانگتے تھے

وہ بحرِ فیض آج تک رہا ہے
فلک جو ایسا دمک رہا ہے
اسی سے عالم چمک رہا ہے
اسی چمک سے جھلک رہا ہے
اسی سے گلشن لہک رہا ہے
وہی تو اب تک چھلک رہا ہے
اسی کا طوطی چہک رہا ہے
وہی تو جوبن ٹپک رہا ہے

نہانے مین جو گرا تھا پانی، کٹورے تارون نے بھر لیے تھے

وہی ضیا ہین مین ہو فگن
وہ آب نور و ضیا کا مخزن

وہی تجلی ہے شمع مسکن
یہ لے گئے بھر کے جیب دامن

اُسی سے ہین مہر و ماہ روشن
بچا جو تلوونکا اُنکے دھوون

اُسی سے حورونکے چہرے جوبن
بنا وہ جنت کا رنگ و روغن

جنھون نے دولھا کی پائی اُترن، وہ پھول گلزار نور کے تھے

مٹی تھی ساری سیاہ بختی
گذر چکا دور برج خاکی

چمک اُٹھی مشتری فلک کی
ہوا ہے عزم فضائے نوری

مچی تھین دھومین پچی تھی شادی
خبر یہ تحویل مہر کی تھی

کہ اچھی ساعت سے آنیوالی
کہ رت سہانی گھڑی پھرے گی

وہانکی پوشاک زیب تن کی، یہان کا جوڑا بڑھا چکے تھے

بنے کچھ ایسا وہ بن سنور کر
شہانہ تھا زیب جسم انور

کہ بارک اللہ شان اکبر
کہ نور پر نور تھا سراسر

جلوس کے واسطے مقرر
تجلی حق کا سہرہ سر پر

کیا گیا قدسیون کا لشکر
صلوٰۃ و تسلیم کی نچھاور

دو رویہ قدسی پرے جما کر، کھڑے سلامی کیواسطے تھے

دکھا ہی دیتے یہ دل کی اُلجھن
رسائی ہوتی نہ تا بدامن

بشکل سنبل بطرز احسن
تو یون ہی ہوتا نصیب روشن

سنا ہی لیتے بہ رنگ سوسن
جو ہم بھی وان ہوتے خاک گلشن

زبان حال بوئے شیون
لپٹ کے قدمون سے لیتے اُترن

مگر کرین کیا نصیب مین تو یہ نامرادی کے دن لکھے تھے

چمک چمک عنصرون کی چمک
جلوس پہنچا بقرب مسلک

دمک دمک مہرکان ہر یک
کہ گونجا کرکا رفعت ذکرک

قدم نہ در سے ہوا تھا منفک
ابھی نہ آئے تھے پشت زین تک

کہ بولی نوبت شی حت صلی ملک
کہ سر ہوئی مغفرت کی شلک

صدا شفاعت نے دی مبارک، گناہ مستانہ جھومتے تھے

نقاب کا چہرے سے سرکنا
وہ روئے پرنور کا چمکنا

تجلی نور حق جھلکنا
وہ آتش شوق کا بھڑکنا

وہ چشم حور و ملک جھپکنا
عجب تمار خش کا چمکنا

نگاہ بھر کر بھی تک نہ سکنا
غزال رم خوردہ سا بھڑکنا

شعاعین پکے اُڑا رہی تھین، تڑپتے آنکھون پہ صاعقے تھے

فرشتون کو حکم تھا کہ جاؤ
جو منھ سے مانگو ابھی وہ پاؤ

یہ بھیڑ چھانٹو پرے جماؤ
تم آپ سہرہ گنبد نہ آؤ

مگر کسی کا نہ جی دکھاؤ
ہجوم امید ہے گھٹاؤ

مرادمندون کو یہ سناؤ
مرادین دیکر انھین ہٹاؤ

ادب کی باگین لیے بڑھاؤ، ملائکہ مین یہ غلغلے تھے

ہوا جو خورشید جلوہ گستر
یہ تاب یہ ضو وہ پائے کیونکر

تو اُسنے چمکائے ماہ و اختر
کہ ہے وہ ذرہ یہ مہر انور

پڑھا لیا آسمان نے سر پر
اُٹھی جو گرد رہ منور

نہ ہوسکا خاک پا کے ہمسر
وہ نور برسا کہ راستہ بھر

گھرے تھے بادل بھرے تھے جل تھل، اُمنڈ کے جنگل اُبل چلے تھے

چمکتی قسمت نصیب ہوتی
اگر نہ کرتا طلب مین سستی

نہ رہتی تقدیر کی سیاہی
عجیب اکسیر ہاتھ آتی

مگر یہ گردش کے دن تھے باقی
ستم کیا کیسی مت کٹی تھی

اگرچہ حال سوجھی نہ بات مجھی
قمر وہ خاک ان کے رہگذر کی

اُٹھا نہ لایا کہ ملتے ملتے یہ داغ سب دیکھتا مٹے تھے

بہار عالم مین پھول پھولے
جہان کے گلشن کے کیا ہین تختے

ہزارون لاکھون طرح طرح کے
جنان کے گلزار کے بھی بوٹے

مگر کہان سے یہ بات پاتے
برادون کے نقش پا کے صدقے

نہ ایسے رنگین نہ ایسے پیارے
وہ گل کھلائے کہ سارے رستے

مہکتے گلبن لہکتے گلشن ہرے بھرے لہلہا رہے تھے

بڑھائے رتبے مین اپنے حماد
یہ رمز پائی نہ عقل قاصر

ہوئے جو وہ شہسوار نادر
ہوا یہ نکتہ اسی سے ظاہر

وہان انھین مقتدا کی خاطر
نماز اقصےٰ مین تھا یہی سر

کھڑے تھے سب اولین اکابر
عیان ہون معنی اول آخر

کہ دست بستہ ہین پیچھے حاضر، جو سلطنت آگے کر گئے تھے

پچھا یہ عرش برین سجا تھا
وہ صاف تشفاف کر دیا تھا

کہ نور کا فرش جابجا تھا
کہ سارا سامان نیا بنا تھا

انھین یہ رضوان کا شگفتہ تھا
یہ اُن کی آمد کا دبدبہ تھا

جنان کی چیزین سنوارتا تھا
نکھار ہر شے کا ہو رہا تھا

نجوم و افلاک جام و مینا، اُجالتے تھے کھنگالتے تھے

وہ گرم حُسنِ حبیبِ داور کہ سرد ہو جس سے مہرِ محشر تو پھر کہان تابِ ماہ و اختر کہ چمکین پیشِ رُخِ منور
کمال پر تھا جمالِ سرور عیان تھی شانِ جمیلِ اکبر نقاب اُلٹے وہ مہرِ انور جلالِ رخسار گرمیون پر
فلک کو ہیبت سے تپ چڑھی تھی، تپکتے انجم کے آبلے تھے

وہ عالمِ نور سر بسر تھا یہان وہان تھا اِدھر اُدھر تھا نہ منزلون تک وہان قمر تھا نہ تابشِ مہر کا گذر تھا
فقط وہی چاند جلوہ گر تھا وہی یمِ نور جوش پر تھا یہ جوششِ نور کا اثر تھا کہ آبِ گوہر کمر کمر تھا
صفائے رہ سے پھسل پھسل کر، ستارے قدمون پہ لوٹتے تھے

بڑھے جو آگے کو اور حضرت تو بڑھ گیا اشتیاقِ قربت چلی کچھ ایسی ہوائے اُلفت بھڑک گئی آتشِ محبت
ہوا جو گرمی پہ شوقِ خلوت برس گیا گھر کے ابرِ رحمت بڑھا یہ لہرا کے بحرِ وحدت کہ دُھل گیا نامِ رنگِ کثرت
فلک کے ٹیلون کی کیا حقیقت، یہ عرش و کُرسی دو بلبلے تھے

خدا کے پیارے نبی ہمارے کیا ہے ہمتین جنکو حق نے وہ حُسنِ یکتا دکھاتے جاتے کہ جس پہ دونون جہان صدقے
جمے تھے وحدت کے رنگ ایسے کہ تھے بہم روز و شب کے نقشے وہ ظلِ رحمت وہ رُخ کے جلوے کہ تارے چھپتے نہ کھلنے پاتے
سُنہری زربفت اُودی اطلس، یہ تھان سب دھوپ چھاؤن کے تھے

جدھر سے نکلا وہ جانِ جانان قدم قدم پر کھلے گلستان بڑھی تھی یہ جوشِ بہاران بنے تھے افلاک رشکِ بستان
عروج پر تھا ابھی وہ ذیشان کہان یہ گلشن تھے اسکے شایان چلا وہ سروِ چمان خرامان نہ رُک سکا سدرہ سے بھی دامان
پلک جھپکتی رہی وہ کب کے، سب این و آن سے گذر چکے تھے

خوشی مین تھے منتظر فدائی کہ شکل تقدیر نے دکھائی سرِ گذرگاہ صف جمائی مگر نہ امیدِ دل بر آئی
نہ پاس تک ہو سکی رسائی نہ آنکھ تابِ نظارہ لائی جھلک سی اک قدسیون پر آئی ہوا بھی دامن کی پھر نہ پائی
سواری دولھا کی دُور پہنچی، برات مین ہوش ہی گئے تھے

چلے تھے جو ہمرکاب خوشخو رکاب تھامے بطرزِ نیکو بہت چلے کی بہت تگ و پو نہ چل سکا پھر کبھی اُن کا قابو
مجالِ جنبش نہ تھی سرِ مو رواں تھے آنکھون سے غم کے آنسو تھکے تھے رُوح الامین کے بازو چھُٹا وہ دامن کہان وہ پہلو
رکاب چھوٹی اُمید ٹوٹی، نگاہِ حسرت کے ولولے تھے

کسی نے اب تک ہے نہ جانا کہ انکا جانا تھا کیسا جانا نہ عقلِ کامل نے اسکو سمجھا نہ وہم ظن و گمان مین گذرا
رسائیِ عقل و وہم ہو کیا کہ فکر کی تاب کون لاتا روِش کی گرمی کو جسنے سوچا دماغ سے اک بھبوکا پھوٹا
خرد کے جنگل مین پھول چمکا، دہر دہر پیڑ جل رہے تھے

مجال کسکی جو کوئی سوچے دماغ کس کا جو کوئی سمجھے اُڑے تھے فہم و خرد کے طوطے حواس کے اُڑ گئے تھے لالے
ہوئے تھے عاجز جب اونچے اونچے تو ہون سا اور ہوش کس کے جلو مین جو مرغِ عقل اُڑے تھے عجب بُرے حالون گرتے پڑتے
وہ سدرہ ہی پر رہے تھے تھک کے، چڑھا تھا دم تیور آگئے تھے

سمجھ مین آئے یہ بھید کیونکر کہ ہے قیاسِ خرد سے باہر نہ کھائے کیون مرغِ عقل چکر کہ ہے یہان عقلِ کل بھی ششدر
جو تھے اولی الاجنحہ موقر وہ پہلے ہی گر چکے تھے تھک کر قوی تھے مرغانِ وہم کے پر اُڑے تو اُڑنے کو اور دم بھر
اُٹھائی سینے کی ایسی ٹھوکر، کہ خونِ اندیشہ تھوکتے تھے

ملائکہ ایک دوسرے سے نویدِ وصلِ حضور کہتے کہ آج ارمان ہونگے پورے گرینگے قدمون پہ سب سے پہلے
یہان یہ ہو رہے تھے چرچے کہ خود بدولت قریب پہنچے سُنا یہ اتنے مین عرشِ حق نے کہ لے مبارک ہو تاج والے
وہی قدم خیر سے پھر آئے، جو پہلے عزّ و شرف ترے تھے

وہی ہین یہ جنکی شانِ والا سوا خدا کے کوئی نہ سمجھا انھین کی نعلین کا ہے صدقہ جو تو نے عزّ و وقار پایا
پھر آج تیرا نصیب چمکا کہ وہ ہوئے تجھ پہ جلوہ فرما یہ سُن کے بیخود پکار اُٹھا نثار جاؤن کدھر ہین آقا
پھر اُنکے تلوون کا پاؤن بوسہ، یہ میری آنکھون کے دن پھرے تھے

جو اپنی آنکھون سے دیکھا بھالا
فراق کے درد و غم کو ٹالا
چلا کچھ ایسا چلن نرالا
قدم پہ گر گر کے دل سنبھالا
ملا جو دیدارِ شاہِ والا
تو خوب ارمانِ دل نکالا
جھکا تھا مجرے کو عرشِ اعلیٰ
گری تھی سجدے مین بزمِ بالا

وہ آنکھین تلوون سے مل رہا تھا، یہ گرد قربان ہو رہے تھے

فروغِ حسنِ خجستہ آئین
ترقیان جسنے ایسی پائین
کہ آنکھین یک لخت چوندھیائین
نگاہین تابِ نظر نہ لائین
وہ شعلین نور کی جلائین
تجلیان طور کی دکھائین
ضیائین کچھ عرش پر آئین
کہ ساری قندیلین جھلملائین

حضورِ خورشید کیا چمکتے، چراغ منہ اپنا دیکھتے تھے

ملائکہ نے جو دیکھی فرصت
سمجھ کے اس وقت کو غنیمت
بڑھائی یون خوب اپنی عزت
کہ سب ادا کین رسومِ خدمت
کوئی سناتا ثنا و مدحت
کسی کے لب پر دعاے دولت
یہی گمان تھا کہ بہرِ رحمت
یہ مژدہ لایا کہ چلیے حضرت

تمھاری خاطر کشادہ ہین جو کلیم پر بند راستے تھے

یہی ہے وقتِ حصولِ مقصد
خدا ہے خود خواستگارِ آمد
وصال کا شوق ہے جو بیحد
تو حکمِ رب حکم ہے مؤکد
طلب پہ تاکید کر رہے کہ
کہ جلد آئے شہِ مؤید
بڑھائے محمل قرین ہو احمد
قریب آ سرورِ محمّد

نثار جاؤن یہ کیا صدا تھی، یہ کیا ندا تھی یہ کیا مزے تھے

کبھی ہے مقصود پردہ داری
کبھی ہے یہ حد کی بے حجابی
کسی کو حسرت رہی لقا کی
کسی سے اظہارِ خود نمائی
نئی ادا ہر جگہ نکالی
ہین تیری نیرنگیان نرالی
تبارک اللہ شان تیری
تجھی کو زیبا ہے بے نیازی

کہین تو وہ جوشِ لن ترانی، کہین تقاضے وصال کے تھے

نظر کہین کچھ نہ دیکھ بھالے
دہن بھی مُہرِ ادب لگا لے
ذرا طبیعت کو دل سنبھالے
کہ اب یہان بیخودی مزا لے
دماغ ہوش و حواس ٹالے
قیاس و اوہام کو بٹھالے
خرد سے کہدو کہ سر جھکالے
گمان سے گذرے گذرنے والے

پڑے ہین یان خود جہت کو لالے، کسے بتائے کدھر گئے تھے

زمین کہان تھی سما کہان تھا
بتائین کیا راستہ کہان تھا
وہ رہبر و رہنما کہان تھا
کہان سے آیا گیا کہان تھا
وہان کسی کا پتا کہان تھا
سواے حق ماسوا کہان تھا
سراغِ این و متیٰ کہان تھا
نشانِ کیف و الیٰ کہان تھا

نہ کوئی ساتھی نہ کوئی راہی، نہ سنگِ منزل نہ مرحلے تھے

اُدھر سے شانِ کرم دکھانا
اِدھر سرِ بندگی جھکانا
اُدھر سے پیغامِ لطف پانا
اِدھر ثنا و صفت سنانا
اُدھر سے تعجیل کا بلانا
اِدھر لحاظ و ادب سے جانا
اُدھر سے پیہم تقاضے آنا
اِدھر تھا مشکل قدم بڑھانا

جلال و ہیبت کا سامنا تھا، جمال و رحمت ابھارتے تھے

نہ ایسی حالت جو دل کو روکے
نہ اتنی جرأت کہ پانون اُٹھے
اگر ٹھہرتے تو کیون ٹھہرتے
جو آگے بڑھتے تو کیا ہی بڑھتے
بڑھائی ہمت جو شوق دل نے
تو شاہِ والا کچھ اور آگے
بڑھے تو لیکن جھجکتے ڈرتے
حیا سے جھکتے ادب سے رکتے

جو قرب انھین کی روش پہ رکھتے، تو لاکھون منزل کے فاصلے تھے

جو حال رفتار کا یہ پایا
تو اُس طرف سے ہوا اشارا
یہ جذبِ الفت سے کام نکلا
کہ اُسنے زورِ کشش دکھایا
کہان وہ بڑھنا کہان بڑھانا
روش مین کیونکر نہ فرق آتا
پر انکا بڑھنا تو نام کو تھا
حقیقتاً فعل تھا اُدھر کا

تنزّلون مین ترقی افزا، دنیٰ تدلّیٰ کے سلسلے تھے

بڑھانا کِسکا کہان کا بڑھنا
سب اُنکی قدرت کا تھا تماشا
بشر کا دنیا سے تھا یہ آنا
تو کچھ سبب ظاہری بھی تو تھا
وہان کسی شے کی تھی کمی کیا
جو اُنکے چاہا ہوا مہیّا
ہوا نہ آخر کہ ایک بجرا
تموّجِ بحرِ ہو مین اُبھرا

دنیٰ کی گودی مین اُنکو لے کر، فنا کے لنگر اٹھا دیے تھے

یہان خرد نے بھی قول ہارا
حواس بھی کر گئے کنارا
دماغ و دل نے بہت اُبھارا
نہ دے سکے یہ ذرا سہارا
کہان یہ ہوش و خرد کا یارا
رسائی تک اپنی جہان ہارا
کسے ملے گھاٹ کا کنارا
کدھر سے گذرا کہان اُتارا

بھرا جو مثلِ نظر طرارا، وہ اپنی آنکھون سے خود چھپے تھے

یہان نہ کچھ فائدہ نظر دے
نہ کام اندیشۂ بشر دے
خدا جو ایمان کا اثر دے
تو جان و دل کو نثار کر دے
الگ ہی وہم و قیاس دھر دے
نہ جائے وحدت دوئی سے بھر دے
اٹھے جو قصرِ دنیٰ کے پردے
کوئی خبر دے تو کیا خبر دے
کہ وان تو جا ہی نہین دوئی کی، نہ کہہ کہ وہ بھی نہ تھے ارے تھے

وہ رنگ یکتائی نے جمایا
کہ ماسوا کا نشان اڑایا
یگانگی نے اثر دکھایا
تفاوتِ جزو و کل مٹایا
بہارِ وحدت نے گل کھلایا
کہ فرع کو اصل مین ملایا
وہ باغ کچھ ایسا رنگ لایا
کہ غنچہ و گل کا فرق اٹھایا
گرہ مین کلیون کے باغ پھولے، گلون کے تکمے لگے ہوے تھے

جو قربِ قوسین کی تھی منزل
سمجھ لین اس مین نکتہ عاقل
کہ قوس دو جب ملے مقابل
تو بن گیا اک محیطِ کامل
ہوے جو باطل نقاطِ فاصل
تو بیچ مین کچھ رہا نہ حائل
محیط و مرکز مین فرق مشکل
رہے نہ فاصل خطوطِ واصل
کمانین حیرت مین سر جھکائے، عجیب چکر مین دائرے تھے

ادھر سے ہر دم خطاب ہوتے
ترقی یہ بار بار کرتے
ترقیون مین حجاب کھلتے
مزے تھے ہر پردہ مین نرالے
وہ دفعتاً جلوہ کیا دکھاتے
کہ شوق مین تھے حیا کے نقشے
حجاب اٹھنے مین لاکھون پردے
ہر ایک پردے مین لاکھون جلوے
عجب گھڑی تھی کہ وصل و فرقت جنم کے بچھڑے گلے ملے تھے

بڑھی ہوئی تھین عطا کی لہرین
بڑھی ہوئی تھین کرم کی نہرین
اشارہ یہ تھا نہائین دھوئین
پئین پلائین جو پینا چاہین
وہان سے ستراپا عطائین
یہان ابھی خواہشین تھین دل مین
زبانین سوکھی دکھا کے موجین
تڑپ ہی تھین کہ پانی پائین
بھنور کو یہ ضعفِ تشنگی تھا، کہ حلقے آنکھون مین پڑ گئے تھے

وہی ہے سب کا نصیر و ناصر
وہی ہے سب پر قدیر و قادر
اسی سے ہے مبدء نوادر
اسی پہ ہین منتہی اوامر
وہی ہے ظاہر جہان مظاہر
وہی ہے منظورِ سب مناظر
وہی ہے اول وہی ہے آخر
وہی ہے باطن وہی ہے ظاہر
اسی کے جلوے اسی سے ملنے اسی سے اسکی طرف گئے تھے

حواس اپنے درست کر لو
پڑے ہو چکر مین اس سے نکلو
بنو نہ احول سنبھل کے دیکھو
یہ ہے حقیقت مین ایک مادہ
مقامِ قوسین کو تو سوچو
بغور اس دائرے کو سمجھو
کمانِ امکان کے جھوٹے نقطو
تم اول آخر کے پھیر مین ہو
محیط کی چال سے تو پوچھو، کدھر سے آئے کدھر گئے تھے

ادھر سے ہر بار التجائین
یہ کہہ کہ امت کو بخشوا لین
ادھر سے لطف و کرم کی باتین
کہ جتنے چاہو ہم اتنے بخشین
ادھر سے طاعت کی منتین نیازین
ادھر سے بخشش کرم عطائین
ادھر سے تعین نذر رشتہ نمازین
ادھر سے انعامِ خسروی مین
سلام و رحمت کے ہار گندھ کر، گلوے پرنور مین پڑے تھے

یہان ہے مجبورِ عقلِ پرفن
نہ راہِ رفتن نہ روے ماندن
کہان ہوائے خیالِ روشن
اٹھا سکے اس مکان کی چلمن
سنانے سننے کا جن تھا ظن
ابھی وہ تھے منتظر ہمہ تن
زبان کو انتظارِ گفتن
تو گوش کو حسرتِ شنیدن
یہان جو کہنا تھا کہہ لیا تھا، جو بات سننی تھی سن چکے تھے

وہان سے پایا جو کچھ اشارا
ادھر سے رخصت ہوا وہ پیارا
خوشی سے کرتا چلا نظارا
خدائی کا کارخانہ سارا
یہ عرض حورون نے کی خدارا
دمک دمک کیجے گھر ہمارا
وہ برجِ بطحا کا ماہ پارا
بہشت کی سیر کو سدھارا
چمک پہ تھا خلد کا ستارا، کہ اس قمر کے قدم گئے تھے

جنان کی تقدیر خوب چمکی
بڑھی تھی وہ جوششِ تجلی
کہ شہرستان بنی تھی ساری
چمکتی تھی ایک ایک کیاری
وہ نور کی چاندنی تھی چھٹکی
جو اس سے پہلے کبھی نہ دیکھی
سرورِ مقدم کی روشنی تھی
کہ تابشون سے مہِ عرب کی
جنان کے گلبن تھے جھاڑ فرشی، جو پھول تھے وہ کنول بنے تھے

بہار کا حکم تھا دمکیے
مرادِ شبنم ذرا چھلکیے
نسیم کہتی تھی بس مہکیے
صبا کا ارشاد تھا لہکیے
یہ شورِ حسرت کہ اب سرکیے
وہ زورِ حیرت کہ منہ ہی تکیے
طرب کی نازش کہ ہان پھڑکیے
ادب وہ بندش کہ ہل نہ سکیے
یہ جوشِ ضدین تھا کہ پودے، کشاکشِ ارہ کے تلے تھے

مدارجِ قرب سے بھی بڑھ کے خدا ہی جانے کہاں وہ پہنچے
جہاں کبھی جبتک نہ کوئی مارے گر یہ گئے بھی پلٹ بھی آئے
ازل سے اُٹھے نہ تھے جو پردے وہ جلوۂ حق کے کرم سے دیکھے
خدا کی قدرت کہ چاند حق کے کروروں منزل میں کر کے جلوے
ابھی نہ تاروں کی چھاؤں بدلی، کہ نور کے تڑکے آلیے تھے

اُترنے کی جو ثنا و مدحت حضور دیکھیں بچشمِ رحمت
ملائے جس سے فیضِ خدمت اُدھر بھی کوئی نگاہِ رافت
صلہ ملے دو جہاں کی دولت رہے نہ پھر اُس کو کوئی حاجت
نبیِ رحمت شفیعِ اُمّت رضا پہ للّٰہ ہو عنایت
اُسے بھی اُن خلعتوں سے حصّہ جو خاص رحمت کے واں بٹے تھے

یہاں نہ طاعت نہ زہد و تقوےٰ یہی وسیلہ ہے مغفرت کا
مراد ہے نعتِ شاہِ والا غرض نہیں شاعری سے اصلا
کہ ہے ثنا گوئی شیوہ اپنا اسی سبب سے لکھا ہے خمسہ
ثنائے سرکار ہے وظیفہ قبولِ سرکار ہے تمنّا
نہ شاعری کی ہوس نہ پروا، رَدی تھی کیا کیسے قافیے تھے!